جگن ناتھ آزاد

گہوارۂ علم و ہنر

ساغر نظامی میموریل اکیڈمی نئی دلّی

گہوارۂ علم و ہنر

جگن ناتھ آزادؔ

ناشر

ساغر نظامی میموریل اکیڈمی نئی دہلی

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

تا اُسنائی کو یہیں جذبۂ پرواز ملا
فکرِ لِرمن کو یہیں سوز ملا، ساز ملا
جنّتِ گوشِ فنِ شوشتاکووِچ ہے اگر
پولا نووا کے خم و پیچ ہیں فردوسِ نظر
نُور اس خاک سے اٹھ اٹھ کے گیا دُور تلک
آج مشرق میں بھی مغرب میں بھی ہے اسکی جھلک
انقلابات کی تصویر ہے یہ دیس نہیں
مارکس کے فکر کی تنویر ہے یہ دیس نہیں

نورِ اینگلز سے پُر نور فضا ہے اِس کی
نغمۂ مارکس کی ہیں نوا ہے اِس کی
ڈوب کر خون کے اور آگ کے طوفانوں میں
زندگی اِس نے بھری خاک کے ارمانوں میں
جو فضا صورتِ تصویر نظر آتی ہے
وہ ترے خواب کی تعبیر نظر آتی ہے

ایک نظم

اب ہے وہ ایک زلفِ گرہ گیر کی طرح
حلقہ جو کل تھا حلقۂ زنجیر کی طرح
مُدّت سے شوق دیکھ رہا تھا جو ایک خواب
وہ خوابِ شوق آج ہے تعبیر کی طرح
خاکہ سا تھا جو ایک نگاہوں کے سامنے
لبریز رنگ و نُور ہے تصویر کی طرح

نظروں سے کل جو ایک دُھندلکا تھا آشنا
سر تا قدم ہے آج وہ تنویر کی طرح
تفسیر کی تلاش میں تھا کل جو مسئلہ
وہ مسئلہ خود آج ہے تفسیر کی طرح
دل میں ہوائے صبحِ زمستاں، تجھے بساؤں
تیزی میں تو اگرچہ ہے شمشیر کی طرح
دل میں اُتر رہی ہے نگاہوں کی راہ سے
اک سامنے فضا جو ہے کشمیر کی طرح

داستانِ شوق

چاروں طرف ہے جلوہ فشاں جس کا نور آج
وہ مہرِ اشتراک
چمکا تھا سب سے پہلے ترے آسمان پر
پھر تیرے آسمان سے سارے جہان پر
اے سرزمینِ امن!

۱۷

ہ

تو نے کیا جہاں میں غلاموں کو سر بلند
ذرّے بنے نجوم
اے رہنمائے مشرق و مغرب تجھے سلام
اب کاروانِ شوق ہے پہلے سے تیز گام

۵

انسان کا قدم ہے، یہ رُکنے کا اب نہیں
وہ ہو زمیں کہ چاند
بڑھتا چلا ہی جائے گا اب کاروانِ شوق
پھیلے گی اور ابھی یہ مری داستانِ شوق
اے سرزمینِ امن!

لیٹویا میں ایک دن

پھر آج گرمِ سفر ہوں اگرچہ یورپ میں
مگر کچھ اب کے یہ دل کو گُماں گزرتا ہے
کہ یہ دیار نہ مشرق ہے اور نہ مغرب ہے

عجب مقام ہے یہ
کہ سُرخیاں لبِ و رُخسار پر ہیں مغرب کی
دلوں میں شعلہ جو ہے وہ نہیں ہے مغرب کا
وہ دین ہے مری خاکِ وطن کی، مشرق کی

(۲)

مرے عزیز وطن !
عجب مقام پہ لائی ہے مجھ کو وقت کی رَو
کہ ہر زبان سے تیرا ہی ذکر سُنتا ہوں
کسی زباں پہ ہے گاندھی، کسی پہ رامائن
کوئی کتاب ہے ٹیگور پر، کوئی تجھ پر
کسی کی نوکِ قلم پر ہے ذکر گیتا کا
کوئی ہے محوِ ثنا خوانیٔ مہا بھارت
ترے ادب کو کوئی ماں کا دودھ کہتا ہے

عجب مقام ہے یہ

پہلا اڈیشن : ۱۹۸۸ء

قیمت : ۲۵/روپے

طباعت : ثمر آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی

بہ اہتمام : شمیم جہاں

کتابت : عبدالغنی راجستھانی

ملنے کے پتے

انجمن ترقی اُردو (ہند)
اُردو گھر راوز ایونیو۔ نئی دلّی

مکتبہ جامعہ، اُردو بازار
جامع مسجد۔ دہلی۔

(۳)

اِدھر
کسی کا مطمحِ فکر و نظر ہے بنگالی
اُدھر مطالعۂ سنسکرت میں غرق کوئی
کوئی یہاں ہے شنیتی کمار کا عاشق
رواں ہوا ہے کوئی شانتی نکیتن کو
یہ کِس دیار میں لائی ہے مجھ کو وقت کی رَو
خبر نہیں یہ حقیقت ہے یا ہے خواب کوئی

(۴)

عجیب بات یہ مجھ کو بتائی سِگما نے
کہ لکشمی کا بھی تیوہار ہم مناتے ہیں
گزر چکے ہیں جو اجداد اُن کے واسطے ہم
پکا کے کھانا اُسے میز پر سجاتے ہیں
اور اس خیال میں رہتے ہیں ہم تمھاری طرح
کہ یہ پکا ہوا کھانا اُنھی کو جاتا ہے
اور اس طرح سے بزرگوں کو جو کھلاتا ہے
ثواب پاتا ہے

مہینہ جون کا آتا ہے جب تو شام کو ہم
مقدّس آگ سے روشن گھروں کو کرتے ہیں
یہ آگ شام سے تا صبح جلتی رہتی ہے
خوشی ہمارے دلوں میں مچلتی رہتی ہے

(۵)

دیارِ غیر کی لڑکی بتا رہی تھی مجھے
ہمارا ہند سے صدیوں پرانا رشتہ ہے

مرے عزیز وطن،
اس کے اس خیال کے ساتھ
ادیب و شاعر و عالم بھی تھے شریک کئی
میں سوچتا ہوں کہ تیرے چراغِ شوق کی ضو
کہاں کہاں نہ گئی

۲۵

ماسکو سے دوشنبہ تک

طیّارہ ماسکو سے دوشنبہ کو ہے رواں
شاعر گھِرا ہوا ہے خیالوں کے درمیاں
لندن ہو ماسکو ہو کہ جموّں کہ تاشقند
اک نظم ہے کہ جس کے یہ سب مُختلف ہیں بند
نغمات وضع وضع کے ہیں ساز ایک ہے
سینے بہت ہیں ان میں نہاں ایک راز ہے

سو رنگ کے ہیں پھول مگر گلستاں ہے ایک
موجیں ہزار طرح کی، جوئے رواں ہے ایک
لاہور کی رگوں میں جو ہے باعثِ نمو
دلّی کے رُخ پہ دوڑ رہا ہے وہی لہو
طوفاں میں بادلوں کے غزل خواں کیے ہوئے
مجھ کو خیال ہے یہ پریشاں کیے ہوئے
سب ایک ہیں تو پھر یہ رقابت کی آگ کیوں
ہر مُلک گا رہا ہے یہ اپنا ہی راگ کیوں

ٹکراؤ کا یہ کھیل نظر آ رہا ہے کیوں
آفاقیت سے دور بشر جا رہا ہے کیوں
تقسیم کیوں ہوئی یہ زمیں سوچتا ہوں میں
بگڑا ہے کیوں یہ رنگِ حسیں سوچتا ہوں میں

۲۸

کریملِن

زار شاہی دَور کی اے یادگار
تیرے ہاتھوں سے بڑھا مزدور کا ایک دن وقار
حال میں تیرے ہے مستقبل کی جھلکی آشکار

چار دیواری ہیں یہ سنگیں عماراتِ قدیم
ظلمتوں میں ایک ضو دیتی ہوئی تاریخ ہے
سُرخ پتھر ہے کہ لو دیتی ہوئی تاریخ ہے

آج بھی تیرا محافظ ہے وہ اک مردِ جلیل
تیرے سائے میں جو آرامیدہ ہے
جس کا سر تھا اک خزانہ جذبۂ تخلیق کا
اور جسم
یا تو پتھر کا بنا تھا اور یا فولاد کا
اور دل جس کو ملا تھا قیس کا، فرہاد کا

اے کریملن
رُوس کی تاریخ کا روشن تریں تُو باب ہے
انقلابوں کے فلک کا مہرِ عالم تاب ہے
کل بھی طوفانوں میں تو ساحل رہا
آج بھی بِپھرے ہوئے طوفان کا ساحل ہے تو
ماسکو ہے رُوس کا دل، ماسکو کا دل ہے تو

مریم سلگنِیک کے نام

کہ گُل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

دوشنبہ میں پہلی شام

اے مرے ذوقِ طلب یہ کس چمن کی شام ہے
تاجکستاں کی ہے یا میرے وطن کی شام ہے
مجھ کو تو اِس شہر پر ہوتا ہے دہلی کا گماں
یہ تو ہیں اے جذبِ دل! اپنے زمین و آسماں
اِس زمیں کی خاک ہے کشمیر کی خوشبو لیے
پیڑ پتے ہیں دیارِ ہند کا جادو لیے

رات کو دیکھا تو جیسے بمبئی کا شہر ہے
زندگی کا، سرخوشی کا، روشنی کا شہر ہے
ساحلِ دریا یہاں کا ساحلِ جمنا کا عکس
یہ تجلّی ہے یہاں کی یا مِری دُنیا کا عکس
ایک مہماں کے لیے کیسے بچھے جاتے ہیں لوگ
صدق کا، اِخلاص کا پیکر بنے جاتے ہیں لوگ
کون سا رشتہ ہے وہ جو اِس قدر پائندہ ہے
آج دُنیا کی اندھیری رات میں رخشندہ ہے

ایک رشتہ ہے زباں کا وہ بھی کچھ کمزور سا
شعر کے حُسنِ بیاں کا وہ بھی کچھ کمزور سا
کیا خبر اس دیس کی کس بات کی مسحور ہوں
یہ خیال آتا نہیں ہے میں وطن سے دور ہوں
جاگ اے آزاد! اب اِس خواب کے عالم سے جاگ
کس لیے چھیڑا ہے تو نے بے یقینیّت کا راگ
رشتہ، شعر و زباں کمزور ہو سکتا نہیں
رشتہ، حُسنِ بیاں کمزور ہو سکتا نہیں

بزمِ بیدل کا یہ گھر ہے بزمِ غالب کا وطن
نغمۂ اقبال سے معمور ہے یہ انجمن
ایک جانب ہے نشاطِ روح عینیؔ[۱] کا کلام
دوسری محفل میں شعرِ خسروِ عالی مقام
ساتھ ہی اپنے تکلّم کی پذیرائی بھی دیکھ
دل کی آنکھوں سے یہ اندازِ دلارائی بھی دیکھ
اور اس کی تہ میں اک پہلو بڑا گمبھیر ہے
جو دلوں کی وادیوں میں مثلِ جوئے شیر ہے

۱؎ شاعرِ خوش فکر صدرالدّین عینی مرحوم۔

یہ تعلّق دردِ انساں کا، غمِ دوراں کا ہے
یہ تعلّق اک رجائیت بھرے ارماں کا ہے
جس کی ضَو سے آج یہ شہرِ حسیں تابندہ ہے
جس کی ضَو سے تاجکستاں کی جبیں تابندہ ہے

تیری عظمت کو سلام

ٹالسٹائی، پشکن و چیخوف و لینن کے دیار
عظمتِ انساں کے ضامن
آج محنت کا ہے تیری ذات سے قائم وقار
ایک عالم میں ہے مزدوروں کا تجھ سے اعتبار
نُدرتِ فکر و عمل کے شاہکار
تیری عظمت کو سلام

تیرا ہر لمحہ ہے تاریخِ جہاں کا ایک باب
تیرا ہر ذرّہ ہے درسِ انقلاب
"ندرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی
ندرتِ فکر و عمل سے سنگِ خارا لعلِ ناب"
تیرگی میں ہے تجلّی کا پیام
ماسکو! تیری سحر ہے یا ہے شام
تیری عظمت کو سلام

وہ جو تھے نیپولین، ہٹلر فسانے ہو گئے
حال و مستقبل سے ٹکرانے چلے تھے جو وہ ماضی کے زمانے ہو گئے
اپنے مٹنے کے بہانے ہو گئے
تو حقیقت تھا حقیقت ہی رہا
عزم تیرا صورت ہائے صداقت ہی رہا
تیری عظمت کو سلام

۳۹

پرائے دیس میں

ماسکو کی ہوا نیم شب کے قریں اس قدر سرد تھی اِس قدر تیز تھی
ہڈیوں میں اُترتی چلی جا رہی تھی
اور کریملن کی دیوار کے ساتھ ہی ساتھ تیزی سے میں چل رہا تھا
گماں یہ تھا تیزی سے چلنے میں سردی کی شدت کا احساس کچھ کم ہو شاید
کہ نشے میں غرق ایک رہگیر نے
انڈیا انڈیا' کہہ کے مجھ کو پکارا
اور مرے پاس آکر
مجھ سے پھر انڈیا' انڈیا ہی وہ کہنے لگا

میں نے بھی
اثبات میں سر ہلا کر کہا
انڈیا، انڈیا
اُس نے پھر کچھ کہا
اور کہتا چلا ہی گیا
میں بس اتنا ہی سمجھا کہ وہ
سوویت، سوویت، انڈیا، انڈیا کہہ رہا ہے

فہرست

صفحہ	عنوان
۷	حرفِ اوّل
۱۱	۱ تعبیرِ خواب
۱۴	۲ ایک نظم
۱۶	۳ داستانِ شوق
۱۹	۴ لیٹویا میں ایک دن
۲۵	۵ ماسکو سے دوشنبہ تک
۲۸	۶ کریملن
۳۱	۷ دوشنبہ میں پہلی شام
۳۶	۸ تیری عظمت کو سلام
۳۹	۹ پرائے دیس میں

مجھ کو خاموش پا کر
اس نے ہاتھ اپنا اک جیب میں ڈال کر
ایک تصویر باہر نکالی
اور یہ تصویر نہرو کی تھی

اُس نے تصویر مجھ کو دکھائی
اور میری طرف بھی اشارہ کیا
اور اپنی طرف بھی اشارہ کیا
مجھ کو محسوس ایسا ہوا
جیسے رگ رگ میں گرمی اُترتی چلی جا رہی ہو

ایک تجلّی ایک تبسّم

الوداع اے ارضِ روس
الوداع اے نو بہاروں، مرغزاروں کے دیار
کوہساروں کے دیار
اے مرے کشمیر کی صورت چناروں کے دیار
الوداع اے جوئباروں کے دیار

الوداع اے ارضِ روس

الوداع اے علم کی دنیا، ادب کی سرزمیں
اک زمانے کی نظر میں گرچہ لامذہب ہے تو
حوصلہ ایمان تیرا، عزم ہے تیرا یقیں
مستقل قدروں کا گہوارہ تیرا ماحول ہے
وہ جو مذہب کے محاسن ہیں تو ہے اُن کا امیں
جادۂ علم و عمل پر تو بہت آگے ہے آج
چھوڑ کر پیچھے نزاعِ کفر و دیں
فلسفے کے دیس اے فن و ہُنر کی سرزمیں!

الوداع اے پُشکن و چیخوف و لینن کے وطن
الوداع اے مایکا فسکیؔ سے پھولوں کے چمن
خشکیوں پر نور سا ہے پانیوں پر ہے پھبن
یہ تری ارضِ دلارا ہے کہ ہے خاکِ دکن
اے مساواتِ بشر کی انجمن

یونیلیو و اور کرنسٹو و کی وہ بزمِ علم
اپنی سووو الیسی مووو کیٹی نیناوو دورائیؔ

پیترِ کبوڈا و غفوروڈا، ڈیسلکو، ایرمن
جن پہ نازاں انتقاد و علم و تحقیقِ سخن

اور مریم سلگنیک
اے کہ تو ہے
علم کے فن کے ادب کے گلستاں کا
انتہائی دلکش و خوش رنگ پھول
جس کو کہیے دانش و فہم و فراست کے فلک کا
آفتابِ زرفشاں

دلکشی کا ایک پیکر، حُسن کی اک داستاں

۱

وہ دوشنبہ کا سفر مُجھ کو ابھی تک یاد ہے
کیا کہوں دل کتنی یادوں سے مرا آباد ہے
یاد ہے مومن قناعت کی وہ شیریں بات چیت
کس محبت سے ملا ستّار مجھ کو یاد ہے
وہ شکوہی، وہ ادیب و شاعرِ عالی مقام
وہ نیازی وہ قلم کارِ فہیم و نکتہ سنج

اور وُہ باقی، وہ رَجَب، وہ فضلِ دیں، اَور وُہ مراد
وہ غفاراف و ظہور
جن کی یادیں آج بھی برسا رہی ہیں دل پہ نور

اَور وہ ایمنز
لیٹویا کا شاعرِ جادو نگار
طُرّۂ شعر و سخن کا افتخار
جس کی باتوں میں محبّت کی مٹھاس

جس کے نغموں میں نہاں گلمرگ کے پھولوں کی باس
سُن کے جس کی شاعری
بڑھتی چلی جاتی تھی میرے دل کی پیاس

اور وہ بیگما
جس کو کہیے پھول رِیگا کا کہ رِیگا کی بہار
علم کی، اخلاص کی سرمایہ دار
اور دولت حُسن کی بھی جس کے قدموں پر نثار

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

اور وُہ وِکٹر ز نقّادِ جلیل
عاشقِ ٹیگور وِ شوا بھارتی
عاشقِ بنگال، عاشقِ ہند کا
سرزمینِ روس میں ان کو بھلا سکتا نہیں

اور پیپو وا کے وہ گھر کی محفلِ شعر و ادب
پھول جھڑتے تھے نتاشا گفتگو کرتی تھی جب
میزبانیٔ دل کو نینا کی ابھی تک یاد ہے
منزلِ ویراں اسی کے فیض سے آباد ہے

۱۰ ایک تجلّی ایک تبسّم	۴۲
۱۱ بہ نام احبابِ تاجکستان	۵۳
۱۲ لینن	۵۵

ایکسی اولو وا اور چیلی شیو کی کیا بات تھی
فضل کے بادل گھرے، علم کی برسات تھی
زوگروف اپنی جگہ تحقیق کی محفل سجائے
اپنی ہی دُنیا میں گُم ہے اک نیا عالم بسائے

تانیا، دیما، ارینا کس قدر دلشاد تھے
دیکھ کر آوارہ گردی کا مرا شوقِ فضول
علم کے گلشن کے یہ غنچے یہ پھول

۵۱

سرزمینِ رُوس میں ان کو بھلا سکتا نہیں

الوداع اے رُوس اے گہوارۂ علم و ہنر
تیری دنیا سے یہ سب یادیں
کہ گویا مشعلیں ہیں نور کی
یا تجلّی طور کی
اپنی دنیا کو لیے جاتا ہوں میں
ہر قدم پر جن سے پیہم

۵۲

روشنی پاتا ہوں میں
زندگی پاتا ہوں میں
تازگی پاتا ہوں میں
سرخوشی پاتا ہوں میں

به نامِ احبابِ تاجکستان

به مراجعت به هند از دوشنبه

زنده باد اے دوستانِ ذی وقار و محترم
دائما خوش بختی و راحت بود یارِ شما
گرچه قدرے دُورم از دوشنبه شوقم دُور نیست
جانِ تازه بر دمد در خاکم افکارِ شما

تاجکستاں را بدارم در نظرِ ہموارہ من
یادم آید ساحت و میدان و کہسارِ شما
یادم آید جادۂ پُر پیچ و جُوئے دلنشیں
می کند دیوانہ ام خوشبوئے گلزارِ شما
زندہ ماند یا بمیرد جانِ من فرماں دہید
تشنہ ام اے دوستاں از بہرِ دیدارِ شما

لینن

سوچتا ہوں کام یہ کتنا بڑا تو نے کیا
فکر کو بندِ غلامی سے رہا تو نے کیا
دل کہ لَو جن کی بُجھا دی تھی ہوائے وقت نے
ان کو سوزِ زندگی سے آشنا تو نے کیا
لب کہ جن پر ثبت مدّت تک رہی مُہرِ سکوت
ان لبوں کو ایک دن آتش نوا تو نے کیا

تو نے ذرّوں کو دیا خورشید بننے کا سبق
ظُلمتوں کو روشنی سے آشنا تو نے کیا
جن کو راہِ شوق میں دو گام چلنا تھا محال
جہد کے رستے میں ان کو تیز پا تو نے کیا
پستیاں تیری توجہ سے ہوئیں رفعت نصیب
عالمِ خاموش کو ہنگامہ زا تو نے کیا
کس طرح لفظوں میں تیرے کارنامے ہوں بیاں
حق تو یہ ہے زندگی کا حق ادا تو نے کیا

خواب سے تو نے جگایا جن کو اپنے عزم سے
اک نظر تو آج اُن کا ذوقِ بیداری بھی دیکھ

اے کہ تو خود آج گہری نیند کے عالم میں ہے
اک ذرا جاگ اور اُن کی برق رفتاری بھی دیکھ

اے عظیم انسان، اے مشرق کے مغرب کے وقار
مشرق و مغرب میں آج اپنی ضیا باری بھی دیکھ

تیرے چہرے پر جو رقصاں ہے تجلّی آج بھی
اُس تجلّی کی زمانے میں علمداری بھی دیکھ

تجھ کو اپنا مان کر جو منحرف تجھ سے ہوئے
ایک لمحے کے لئے تو ان کی عیّاری بھی دیکھ
وہ جو ظاہر میں ترے بنتے ہیں باطن میں عدو
اپنے ایسے نام لیواؤں کی غدّاری بھی دیکھ
"آشنا تو نے جسے ذوقِ تکلّم سے کیا
اُس حریفِ بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ"
اے کہ تیری دید سے میرا بھی دل سرشار ہے
تجھ پہ میرا اور مری رنگیں بیانی کا سلام

ماسکو کا ایک وہ لمحہ ابھی تک یاد ہے
وہ خموشی تھی تری یا زندگی کا اِک پیام
مجھ کو اپنی خوش نصیبی کا یقیں آتا نہ تھا
دل مرا تیری زیارت سے ہُوا جب شاد کام
یادِ ماضی کی تھی مُجھ کو اور نہ مستقبل کا ہوش
بن گیا تھا حال کا اک لمحہ یوں نقشِ دوام
ایک لمحہ جو زمان ولا زماں سے تھا بلند
ایک وقفہ جس کو دے سکتا نہیں میں کوئی نام

حرفِ اول

اِس مجموعۂ کلام میں شامل منظومات کا تعلق میرے سفرِ رُوس سے ہے۔ رُوس جانے کا اتفاق مجھے ۱۹۷۸ء میں ہوا تھا۔ واپسی پر میں نے ایک سفرنامہ لکھا تھا جو "پُشکن کے دیس میں" کے عنوان سے مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی نے شائع کیا تھا۔

اس سفر کا حاصل مذکورہ سفرنامے کے علاوہ وہ نظمیں بھی ہیں جو اس سفر میں موزوں ہوئیں۔ زیرِ نظر مجموعہ انھی نظموں پر مشتمل ہے۔

"ایک تجلّی ایک تبسّم"، اِس سفر کی آخری نظم ہے۔ جو رُوس سے روانگی کے لمحات میں موزوں ہوئی۔

یوں گماں ہوتا تھا جیسے رُک گئی ہے کائنات
زیست تھی اُس وقت آزادِ طلسمِ صبح و شام
مقبرہ تھا یا کوئی میخانۂ تقدیس تھا
اور وہ لمحہ لئے ہاتھوں میں تھا کاس الکرام
تیرے چہرے سے نگاہیں میری ہٹتی ہی نہ تھیں
چہرہ تھا یا حبِّ آدم کی تجلّٰی کا قیام
اور وہ لمحہ کہ ضامن میری خوش بختی کا تھا
خامشی کے رنگ میں تھا مجھ سے کچھ یوں ہم کلام

دیکھ اے آزاد! دنیا کیا سے کیا ہونے کو ہے
عرش سے اونچا زمیں کا مرتبہ ہونے کو ہے

آدمی ہونے کو ہے پھر آدمی سے باخبر
زندگی پھر زندگی سے آشنا ہونے کو ہے

وقت اُلٹنے کو ہے اب تاریخ کا اک اور باب
آخری دور اب اندھیرے کا ہوا ہونے کو ہے

مدّتوں جو سینۂ ماضی میں سر بستہ رہا
اب وہ مستقبل کے ہاتھوں راز وا ہونے کو ہے

کہہ رہی ہے تجھ سے اے آزادیوں تصویرِ حال
آدمی پر آدمی کا حق ادا ہونے کو ہے
خامشی گل کی فقط اس دور کی منزل نہیں
"خونِ گلچیں سے کلی رنگیں قبا ہونے کو ہے
مدّتوں جو لیننِ اعظم کے ہونٹوں پر رہی
آج دُنیا اس نوا سے آشنا ہونے کو ہے
"آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں"
کیا کہوں میں آج دنیا کیا سے کیا ہونے کو ہے

سینہ چاکوں کی جدائی کا زمانہ جا چکا
"بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہونے کو ہے
صبح کی ضو سے دمک اُٹھنے کو ہے بزمِ جہاں
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہونے کو ہے"

واپسی پر اِس سفر کی یاد مدّتوں دل میں رہی بلکہ آج بھی اس یاد سے مشامِ جاں معطّر ہے۔ بالخصوص تاجکستان کا قیام تو، جس میں فارسی کے معروف ادبا، شعرا، اور اہلِ قلم حضرات سے ملاقات ہوئی اور جن کا تفصیلی ذکر "پشکن کے دیس میں" کے صفحات میں موجود ہے میری زندگی کی ایک انمٹ یاد بن گیا ہے اور ہندوستان واپس آنے کے بعد اس سفر کے بارے میں پہلی نظم جو ہوئی وہ فارسی نظم "بہ نامِ احبابِ تاجکستان" ہے۔

اِس مجموعے کی آخری نظم "لینن" بھی ہندوستان آنے کے بعد موزوں ہوئی۔ دراصل ماسکو میں لینن کے مقبرے کی زیارت نے جو تاثرات پیدا کیے وہ فوری طور پر قالبِ شعر میں ڈھلنے کی بجائے ایک مدت تک دل میں پلتے رہے اور بالآخر مذکورہ نظم کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ میں اِس نظم کی تخلیق کے لیے اپنے عزیز دوست رئیس مرزا

کا، ان کے تحریک آمیز تقاضوں کے لیے، ممنون ہوں

شعبۂ اُردو جگن ناتھ آزاد

جموں یونی ورسٹی، جموں

۱۵ ر نومبر ۸۷ء

اظہارِ تشکّر

میں اپنے عزیز دوست اور اُردو کے نامور نقاد و محقق ڈاکٹر خلیق انجم جنرل سکریٹری انجمن ترقیِ اُردو (ہند) نئی دلّی کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جن کے گراں قدر مشورے مجھے اس مجموعۂ کلام کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں حاصل رہے اور جن کی بدولت ساغر نظامی میموریل اکیڈیمی نئی دلّی نے اس مجموعۂ کلام کو اپنی فہرست مطبوعات میں شامل کیا۔ محترمہ شمیم جہاں (انجمن ترقی اُردو ہند) کا شکریہ بھی مجھ پر لازم ہے جن کی نگرانی میں اس کتاب کی کتابت اور طباعت کا کام ہوا۔

جگن ناتھ آزاد

نئی دلی ۱۵ ر اگست ۱۹۸۸ء

تعبیرِ خواب

دیکھ اے دل! کہ کہیں بھی تو نہیں تجھ کو قرار
یہ کٹوزوف کی دُنیا ہے یہ پیٹرؔ کا دیار
مسکنِ لینِنِ اعظم ہے یہی ملکِ جلیل
مُلک، اعصارِ کہن کے لیے پیغامِ رحیل
احترامانہ ذرا شہر و خیاباں سے گزر
کہ اسی دیس میں ہیں پُشکن و چیخوف کے گھر